اسلام اور قومی یک جہتی

مولوی اسعد صاحب اسرائیلی (فاضل دیوبند)

ملک میں جب کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد ہوتا ہے، ہمارے رہنما بڑی تیزی کے ساتھ قومی یک جہتی کے مسئلے پر سوچنے لگتے ہیں — ایک ایسا ملک جو مختلف تہذیبوں اور مذاہب کا ایک حسین گلدستہ ہو اور جس کی یہ انفرادیت اس کی ایک خوبی سمجھی جاتی ہو اس کے اندر اس طرح کے واقعات کا اعادہ اس کے ماتھے پر کلنک کا ایک ٹیکہ ہے، اور ہر مذہب، ہر سیاسی جماعت، اور ہر مکتب فکر سے وابستہ لوگوں کے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

جو لوگ اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ان کے لیے تو فرقہ وارانہ کشیدگی کی صورت حال اور بھی زیادہ افسوسناک اور تشویش انگیز ہے، ایک ایسے ماحول میں جہاں جذباتی ہم آہنگی مفقود ہو چکی ہو اور جہاں دوسرے کو شک و شبہ یا نفرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہو ایک اچھی بات کو بھی منوا لینا یا سمجھا دینا بہت مشکل ہوتا ہے، دعوتِ حق کے لیے ایک ایسا ماحول بہت ضروری ہے جہاں اسلام اور ملت اسلام کو قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو نہ کہ نفرت اور شک و شبہ کی نگاہ سے۔

ہر بار جب ہندو مسلم فساد ہوتا ہے طرح طرح کے نظریات نام نہاد مفکرین کی طرف سے سامنے آنے لگتے ہیں۔ کچھ انتہا پسند حضرات ان فسادات کو "اسلام کی فرقہ وارانہ ذہنیت" کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اسلام اپنے پیروکاروں کی جذباتی

وذہنی تربیت کرتا ہی اس انداز میں ہے کہ وہ دوسرا نقطۂ نظر رکھنے والے لوگوں کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اس لیے ان کے نظریہ کے مطابق قومی یک جہتی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اسلام کی علیحدگی پسندانہ ذہنیت باقی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ قومی یکجہتی کے لیے مسلمانوں کا "بھارتیہ کرن" اور "قومی دھارے" میں ان کی شمولیت ضروری ہے اور یہ وہ کم از کم مطالبہ ہے جو ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں سے کیا جاسکتا ہے، قومی دھارے میں مسلمانوں کی شمولیت کا مفہوم ان کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمانوں کو اگر اپنی انفرادیت برقرار رکھنے پر اتنا ہی اصرار ہے تو وہ اپنی عبادت کے طریقے عام ہندوستانیوں سے مختلف رکھ سکتے ہیں، لیکن تہذیبی وفکری سطح پر انھیں اس ملک کی اکثریت کے ساتھ چلنا ہوگا۔ انھیں اپنی تاریخ کے ہیرو ہندوستانی مآخذ تاریخ سے لینے ہوں گے، انھیں اسلام کا ایک ہندوستانی ایڈیشن تیار کرنا ہوگا اور "ملی روابط" کو "وطنی فرائض" کے مقابلے میں ثانوی اہمیت دینا ہوگی۔ انھیں پہلے "بھارتی" بننا ہوگا اور بعد میں "مسلمان"

کچھ ترقی پسند لوگ اس سے بھی آگے بڑھ کر سرے سے مذہب ہی کو فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مذہبی جنون ہمیشہ ہی بے گناہ عوام کا خون بہاتا رہا ہے، اس جنون نے صدیوں تک عوام کو برسرپیکار رکھا ہے ــــ اور یہ مذہبی وابستگی، جو ایک "نسلی تعصب" سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی جب تک ختم نہیں ہو جائے گی لوگ امن چین سے نہیں رہ سکتے۔

اس کے برعکس کچھ لوگ مذاہب کی نفی نہیں تمام مذاہب کا اثبات کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تمام مذاہب کو ختم کرنے کے بجائے ایک عالمگیر مذہب میں تحلیل کر دیا جائے جس کا عنوان "انسانیت" ہو اور تمام مذاہب کو اس کی مختلف تعبیریں قرار دیا جائے۔

اس مختصر مقالے میں، میں اس مسئلہ پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مذہب اور خاص طور سے اسلام ہرگز ہرگز سماج کے لیے فرقہ دارانہ کشیدگی جیسے مسائل کھڑے نہیں کرتا، بلکہ اس کے برعکس وہ لوگوں میں برادرانہ جذبات کو

فروغ دیتا ہے، وہ سماج کے مختلف طبقات میں میل ملاپ اور محبت کی پرورش کرتا ہے؟
فی الواقع یہ مذہب نہیں، مذہب کی غلط تعبیر ہے جو اس طرح کے مسائل پیدا کرتی ہے۔
اس لیے فرقہ دارانہ ہم آہنگی کے لیے مذہب کو بدنام کرنے، اسے ختم کرنے کی تدابیر سوچنے، ایک نیا مذہب ایجاد کرنے اور مذہبی تحریکوں کو خلاف قانون قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے برعکس ان مذہبی تحریکوں کو مذہب کا صحیح تعارف کرانے کی کوششوں میں زیادہ سے زیادہ تعاون دینے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک فرقہ دارانہ تعصب کا تعلق ہے، اسلام اس کا شدید مخالف ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیس منا من دعا الی العصبیة - ومن عاش علی العصبیة - ومن مات علی العصبیة (او کما قال) وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب کی طرف لوگوں کو بلائے، جو تعصب کے ساتھ زندہ رہے، اور جو تعصب کی راہ میں جان دے۔ اس واضح حدیث کی موجودگی میں اسلام پر تعصب اور فرقہ پرستی کا الزام لگانا قطعاً بددیانتی ہے۔

اسلام واحد مذہب ہے جس نے ۱۴۰۰ سو سال پہلے دنیا کے سامنے آزادیٔ فکر وخیال کا نعرہ بلند کیا، جب کہ ۱۴۰۰ برس پہلے دنیا اس تصور سے بھی ناآشنا تھی۔ اور قرآن میں کہا گیا۔ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۔ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (بقرہ ۲۵۶ پ۳) مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں بالکل کھلی ہوئی ہیں اور ہر شخص جو راستہ چاہے اپنا سکتا ہے۔

"وحدتِ نسلِ انسانی" اسلام کا بنیادی نظریہ ہے اور اس بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر حسب ذیل نکات میں سمٹ آتا ہے۔

۱- قرآن کے مطابق یہ کائنات ایک ایسے خدا کی بنائی ہوئی ہے جس کا رشتہ

تمام انسانوں سے برابر ہے وہ سب ہی کا پروردگار ہے (الحمد للہ رب العالمین الفاتحہ پ۱)
اور اس کی ہدایت تمام انسانوں کے لیے ہے (إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الاعراف، پ۹)
یہ اسلام کی بتائی ہوئی پہلی نظریاتی بنیاد ہے جس کی بنیاد پر سارے انسان ایک ہی خدا کا خاندان قرار پاتے ہیں۔ (الخلق عیال اللہ ــ مشکوۃ)

۲ ـ قرآن بتاتا ہے کہ دنیا کے سارے انسان ایک آدم اور ایک حوا کی اولاد ہیں (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ۔ الحجرات پ۲۶) تمام انسانوں کے ماں باپ ایک ہیں اور اس رشتہ سے وہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ (کونوا عباد اللہ اخوانا۔ مشکوۃ)
اس حقیقت کی طرف رسول اکرمؐ نے اپنے خطبۂ عرفات میں اشارہ فرمایا ــ آپؐ نے فرمایا:
"لا فضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی ولا اسود علی احمر ولا احمر علی اسود، الا نسان کلھم بنو آدم وآدم من تراب (او کما قال) کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔
یہ اسلام کی بتائی ہوئی دوسری بنیاد ہے جس کی بنا پر ساری نسلِ انسانی نسب کی بنیاد پر برادرانہ رشتہ میں بندھ جاتی ہے۔

(۳) قرآن بتاتا ہے کہ دین صرف اسلام ہے اور جتنے بھی لوگ خدا کے پیغمبر کے روپ میں دنیا میں آئے اُن سب کی تعلیم ایک ہی تھی (وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ پ۱۷) یہ کہ صرف خدا کو کارساز مطلق مانا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ حضرت موسیٰؑ ہوں، حضرت عیسیٰؑ ہوں، یا اور کوئی نبی جو کسی بھی ملک اور کسی بھی نسل میں پیدا ہوئے ہوں، سب ایک ہی بات کہتے تھے، ایک طویل تاریخی سفر کے نتیجے میں وہ تعلیم مختلف

....

.... مذاہب کے روپ میں آج ہمارے سامنے ہے ورنہ درحقیقت عیسائیت

ہو، یہودیت ہو، ہندو مذہب ہو یا اللہ کوئی مذہب، یہ سب تاریخ کے مختلف ادوار میں ایک ہی سچائی کی طرف بلاتے رہے ہیں۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ (پ۲۵)

"اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف وہی چیز بھیجی ہے جو تم سے پہلے نوحؑ، ابراہیمؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی طرف بھیجی تھی۔"

اسی لیے قرآن میں تمام پیغمبروں پر بلا تفریق ایمان لانے کا حکم دیا گیا۔ یہودیت موسیٰ علیہ السلام کو مانتی ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں، عیسائیت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں، لیکن اسلام حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے، وہ خواہ کسی بھی نسل میں، کوئی بھی زبان بولتے ہوئے اور کسی بھی ملک میں پیدا ہوئے ہوں جس میں ہندوستان بھی یقیناً شامل ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (پ۱۴) ہر قوم میں ایک نبی پیدا ہوا ہے۔

ظاہر ہے، یہ چیز نسلِ انسانی کو نسب اور رشتہ کی وحدت کے علاوہ ایک نظریاتی وحدت بھی فراہم کرتی ہے اور قرآن کے مطابق انبیاء اسی لیے مبعوث کیے جاتے ہیں تاکہ اس نظریاتی وحدت اور اس یکجہتی کو بنائے رکھیں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۔ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۔ (پ۲)

"لوگ پہلے ایک ہی قوم تھے، پھر اللہ نے نبیوں کو خوش خبری سنانے والا اور انجام بد سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کے جھگڑے مٹا کر ان میں یک جہتی پیدا کر سکیں۔"

قرآن کے مطابق یہ دنیا خدا کا ایک حسین شاہکار ہے، اس کی ہر ہر چیز میں ایک توازن اور ایک سلیقہ ہے۔ خدائے کائنات کے دستِ قدرت سے تراشی ہوئی یہ دنیا

انسان کے پاس ایک امانت ہے، اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کو اسی طرح خوبصورت، متوازن، اور خوشگوار بنائے رکھے جس طرح اس کے خدا نے اسے سونپا ہے اور اپنی کسی حرکت سے اسے انتشار، بدامنی، اور بے چینی کا شکار نہ بنائے قرآن کے الفاظ ہیں:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا۔ (پ ۸) "اور زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو، جب کہ خدا نے اسے سنوار کر تمہیں سونپا ہے"۔ قرآن کہتا ہے کہ زمین میں انتشار، بدنظمی اور بدامنی خود انسان کے بنائے ہوئے اوندھے سیدھے نظریات کا نتیجہ ہے، یہ خود اس کی کارستانی ہے جو زمین میں بگاڑ پیدا کرتی اور اس کا سکون برباد کر دیتی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (پ ۲۱) خشکی اور تری میں بگاڑ خود انسان کے اپنے اعمال کی بنا پر پیدا ہوا ہے۔

یہ ہے قرآن کے نظریات کا ایک خلاصہ۔ ظاہر ہے کہ ان نظریات کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جو "فَسَادٌ فِي الْأَرْضِ" کا موجب بن سکتا ہو، جو مذہب "فساد فی الارض" کا سب سے بڑا دشمن ہو اور جس کا نام "اسلام" خود اس کی سلامت روی اور امن پسندی کی طرف اشارہ کرتا ہو وہ کبھی بھی ایسی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا جو زمین میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہوں۔ لیکن اسلام جب اپنی دعوت لوگوں کے سامنے رکھتا ہے تو بہت سے وہ لوگ جو اسلامی نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے مقابلے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس طرح تصادم کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تصادم آگے بڑھ کر "قِتَالٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" تک منتج ہوتا ہے لیکن اسلام اس صورت حال کو ٹالنے کی انتہائی حد تک کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سلامتی کا مذہب ہے اور "فساد فی الارض" اسے پسند نہیں ہے۔

قرآن کے نزدیک خیر پسندی انسان کی فطرت میں شامل ہے۔

وَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (پ ۲۱)

"تو اپنا منہ یک سو ہو کر خدا کے بتائے ہوئے ضابطۂ حیات کی طرف رکھ، کیونکہ یہ دین انسانی فطرت کا ترجمان ہے اور خدا نے لوگوں کے ضمیر میں اسے ڈال دیا ہے۔"

اس لیے عام لوگ کبھی بھی خدا کے عطا کیے ہوئے ضابطۂ حیات میں رکاوٹ نہیں بن سکتے، قرآن کے نزدیک دو گروہ ہی دعوتِ حق کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ یہ دو گروہ ہیں: ۱۔ سرمایہ دار۔ ۲۔ برسرِ اقتدار لوگ یا عوامی ٹائپ کے لیڈر جن کی قیادت کا دار و مدار عوام کے استحصال پر ہوتا ہے۔ یہی دو گروہ ملک کی سلامتی کے اصل دشمن ہوتے ہیں۔

۱۔ سرمایہ دار طبقہ اسلام کی دعوتِ حق کا اس لیے مخالف ہوتا ہے کہ یہ دین اسے آزاد معیشت کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ اس کے لیے حلال اور حرام کی قیدیں لگاتا ہے، اسلام کے بتائے ہوئے نظامِ معیشت سے آزاد ہو کر آدمی جب سرمایہ داری کی راہ پر چل نکلتا ہے تو سارا سماج فساد سے بھر جاتا ہے، کیونکہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کا رہائی رقابتیں، ہوسِ اضافہ (تکاثر پ ۳۰) مدہوشی (علق پ ۳۰) اور استحصال (بقرہ پ ۳) پیدا کرتی ہے، جس کے نتیجے میں انسانی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ قرآن نے اسے معیشۃ ضنکاً گھٹی ہوئی زندگی (پ ۱۷) کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ سماجی امن کی بربادی میں سرمایہ داروں کا رول واضح کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا۔ (بنی اسرائیل پ۱۵۔ ع۲)

"جب ہم کسی بستی کو برباد کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو آزاد کرتے ہیں، وہ حد سے گزر جاتے ہیں، خدا کا کہا پورا ہوتا ہے اور بستی برباد ہو کر رہ جاتی ہے"

ب: برسرِ اقتدار گروہ اور عوامی ٹائپ کے لیڈروں کو صحیح اسلامی دعوت سے اپنے تختِ اقتدار کے لیے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اس لیے وہ دعوتِ حق کے مخالف

ہو جاتے ہیں، وہ دعوتِ حق کو دبانے کے لیے عوام میں طبقاتی کش مکش کا ماحول پیدا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں زمین فساد سے بھر جاتی ہے، اس ضمن میں فرعون کی مثال دیتے ہوئے قرآن نے کہا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ٥

(۲۰) "فرعون زمین میں بڑا مغرور ہو گیا تھا۔ اس نے زمین کے باشندوں میں طبقاتی کش مکش پیدا کر دی تھی، وہ ایک طبقہ کو جان بوجھ کر بیک ورڈ بنا رہا تھا، اُن کے بچوں کو ذبح کر رہا تھا اور اُن کی عورتوں کو چھوڑ رہا تھا، یقیناً وہ زمین میں فساد پھیلا رہا تھا"

اسلام ہر انسان کو مذہب کی آزادی کا حق دیتا ہے (لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ، ۳) لیکن وہ اپنے لیے بھی یہ حق مانگتا ہے کہ وہ ہر انسان تک خدائی پیغام کے روپ میں پہنچ سکے۔ قرآن کے نزدیک "دعوتِ حق" میں جو لوگ رکاوٹیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں اور سچائی کی تبلیغ کا حق چھین لینا چاہتے ہیں وہ دراصل زمین میں فساد پھیلانے کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔ اور اس کا انجام خود اُن کے حق میں بہتر نہیں ہو سکتا۔

شاید قرآن مسٹر تیاگی (جنھوں نے گذشتہ پارلیمنٹ میں تیاگی بل پیش کیا تھا) جیسے لوگوں کو ہی مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۔

"وہ لوگ جنھوں نے دعوتِ حق کا انکار کیا اور تبلیغ حق کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی ہم اس کی سزا پر سزا انھیں دیں گے چونکہ وہ زمین میں جھگڑا کر رہے ہیں۔"

میں نے اوپر کہا ہے کہ اسلام اپنے اس دعوے سے باز نہیں آ سکتا کہ تمام انسانیت

کے لیے صحیح ضابطۂ حیات صرف وہی ہے، وہی انسانیت کے لیے مرکزِ امید اور اس کے درد کا درماں ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو لوگ اسلام کی دعوتِ حق کو نہیں مانتے وہ اسلام کے نزدیک نفرت اور انتقام کے مستحق ہیں۔ اس کے برعکس وہ ہماری ہمدردی، غم خواری اور ہماری محبت کے مستحق ہیں کیونکہ وہ اس عظیم نعمت سے محروم ہیں جو انھیں ابدی ہلاکتوں سے بچانے والی ہے، انھیں دیکھ کر ہماری آنکھیں غصّہ سے سُرخ نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ان میں حقیقی ہمدردی اور غم خواری کے آنسو چھلک آنا چاہئیں، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہر انسان تک اس دعوتِ حق کو پہنچا دینے کا ایسا غم تھا کہ آپ کی راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی ۔ حتیٰ کہ خود خدا کو یہ توجہ دلانا پڑی تھی:۔

طٰهٰ ـ مَآ اَنزَلنَا عَلَيكَ القُرآنَ لِتَشقٰى ۔ (طٰهٰ پ۱۶)

"ہم نے یہ قرآن اس لیے تو نہیں اتارا تھا کہ آپ دکھ میں ہی ڈوب کر رہ جائیں۔"

دعوتِ حق کے علمبردار جب دنیا کے سامنے اسلام کے داعی بن کر آئیں گے تو انھیں غیر مسلم دنیا کی طرف سے مزاحمت اور بحث و جدال کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ ایسی حالت میں کسی ناخوشگوار صورتِ حال سے بچنے کے لیے اسلام نے درجِ ذیل ہدایات دی ہیں:

۱۔ دوسروں کے جذبات کا خیال رکھا جائے، اور اسلام کی دعوت پیار اور محبت کے ساتھ ان تک اس انداز میں پہنچائی جائے کہ ان کی قومی غیرت، یا انا کو کوئی ٹھیس نہ لگے۔

اُدعُ اِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالحِكمَةِ وَالمَوعِظَةِ الحَسَنَةِ وَجَادِلهُم بِالَّتِي هِيَ اَحسَنُ ۔ (پ۱۴)

"اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو اُن کے لیے سب سے زیادہ قابلِ قبول ہو۔"

۲- دوسروں کے مذہبی عقائد- ان کے معبودوں، اور اُن کی قابل احترام شخصیات کا مذاق نہ اڑایا جائے، ان کی عبادت گاہوں کا نہ صرف احترام بلکہ تحفظ کیا جائے، اور تمام پیغمبروں پر بلا کسی تفریق کے ایمان لایا جائے۔

(ا) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ- (پ ۷)

"اور وہ خدا کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں بُرا بھلا نہ کہو۔

(ب) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (الحج پ۱۷ آیت ۴۰)

"اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں، گرجے، معابد اور مسجدیں مسمار کر دی جائیں۔

(ج) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ، (پ۳) ہم رسولوں پر ایمان لانے میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

۳- دوسروں کے حقوق تسلیم کیے جائیں، اور اُن کے حقوق پر دست درازی نہ کی جائے، ہر انسانی جان کا احترام کیا جائے اور ایک انسانی جان کی قیمت تمام انسانی زندگی کے برابر سمجھی جائے۔

(ا) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (پ۱۴)

"اللہ تعالیٰ انصاف کرنے، احسان کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، اور بُرے کاموں، فحش چیزوں اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنے کو منع کرتا ہے۔"

(ب) مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (پ۶) "جس نے بلا کسی جرم کے، یا صرف زمین میں فساد پھیلانے کی غرض سے

کسی ایک انسان کو قتل کر دیا گویا اس نے ساری نسل انسانی کو قتل کر دیا۔"

(ج) میدان عرفات میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اَمْوَالَکُمْ وَدِمَآءَکُمْ حَرَّمَتْ عَلَیْکُمْ (او کما قال)

"اے لوگو، تمہارے مال اور تمہارا خون ایک دوسرے پر حرام کر دیے گئے ہیں۔

۴۔ اسلام کے علمبرداروں کو دوسروں کی طرف سے اگر کوئی دکھ پہنچے، ان کی جان، مال، یا عزت پر حملہ ہو تو اسلام کی ہدایت ہے کہ:

(ا) اس کا بدلہ صرف بقدر ضرورت لیا جائے۔ انتقامی جذبہ میں حد سے آگے نہ بڑھا جائے، بلکہ بہتر ہے کہ معاف کر دیا جائے:

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ۔ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا، فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔

(پ ۲۵) "مومن لوگ، جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو مقابلہ کرتے ہیں۔ برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے، اور رفع دفع کرنا چاہے تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے اور خدا ظالموں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔

(ب) ناخوشگوار صورت حال کو خوش اسلوبی سے ٹال دیا جائے:-

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ ۔۔۔۔ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (پ ۲۴)

"اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے، اچھے کام کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں — برائی اور بھلائی ہرگز برابر نہیں ہو سکتی — تم برائی کو خوش اسلوبی سے ٹال دو تو تم دیکھو گے کہ جو تمہارا دشمن تھا گہرا دوست بن گیا ہے۔

(ج) برائی کے جواب میں بھلائی کی جائے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (القصص)

"اُن لوگوں کو دہرا اجر دیا جائے گا، کیوں کہ انھوں نے برائی پر صبر کیا، بلکہ برائی کے بدلے بھلائی کی۔

(د) صورتِ حال نا قابلِ برداشت ہو جائے تو وطن چھوڑنا گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن فساد فی الارض نہیں۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ، وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَجْرُ الْعَامِلِينَ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ (عنكبوت)

"اے میرے مومن بندو! میری زمین بہت بڑی ہے تم میرے ہی پرستار بنے رہو، بالآخر ہر ایک کو مرنا ہی ہے، تم بھی ہماری طرف لوٹ کر آؤ گے۔ نیک مومنوں کو ہم ایسے محلوں کی خوشخبری سناتے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے کیسا اچھا انعام ہے جنھوں نے مشکلوں پر صبر کیا اور اپنے خدا پر بھروسہ کیے رہے۔

(۵) اشتعال انگیز پروپیگنڈے کا جواب نہ دیا جائے۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (القصص)

"اور مومنین جب بے بنیاد باتیں سنتے ہیں تو نظر انداز کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے کام تمہارے لیے اور ہمارے کام ہمارے لیے تم اسی میں خوش رہو۔ ہم تو جاہلوں کا سا رویہ اختیار نہیں کریں گے۔

۶۔ انتہا پسندوں کی قیادت تسلیم نہ کی جائے۔

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (الشعراء)

"اور انتہا پسندوں کی قیادت تسلیم نہ کرو، یہ لوگ زمین میں صرف فساد پھیلاتے ہیں، اور کوئی تعمیری کام نہیں کرتے۔

۷۔ ہمیشہ حق بات کی طرفداری کی جائے خواہ یہ طرفداری اپنے ہی خلاف جاتی ہو۔

ا۔ كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ (النساء پ۵)

تم انصاف کے علمبردار بنو۔ چاہے انصاف تمہارے خلاف جاتا ہو۔

(ب) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا (المائدہ پ۶)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم ناانصافی پر اتر آؤ۔

۸۔ کسی ناخوشگوار صورتِ حال میں افواہ بازوں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور افواہیں اڑانے کی اجازت نہ دی جائے۔

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ۔

(پ ۲۲) "اگر منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے، پھر وہ مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی، پکڑے جائیں گے اور مارے جائیں گے، ماضی میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

(۹) اچھے کاموں میں سب کے ساتھ تعاون کا رویہ رکھا جائے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

(المائدہ ۷، پ۶)

"نیکی اور بھلائی کے کاموں میں دوسروں کا ساتھ دو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہیں۔

(۱۰) ناکافی اور غیر مصدقہ ذرائع سے حاصل شدہ معلومات کی بنا پر کوئی رائے نہ قائم کی جائے کیونکہ اس قسم کی جذباتیت دعوت حق کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

(ا) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات ۶)

اگر کوئی غلط آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو بے جانے بوجھے نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ۔

(ب) وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ (ص: ۲۶)

اور محض اپنی خواہشِ نفس کی تسکین نہ کرو کیونکہ یہ چیز تمہیں راہِ حق سے بھٹکا دے گی۔

۱۱۔ ایک شخص یا ایک گروہ کے اعمال کے لیے دوسرے غیر متعلق لوگوں کو ذمہ دار قرار نہ دیا جائے۔

لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (الانعام: ۱۶۴)

ہر انسان صرف اپنی غلط کاری کا ذمہ دار ہوگا اور دوسرے کا بوجھ اس کے سر نہیں ڈالا جائے گا۔

اسلام ہر قسم کے نسلی، قومی، لسانی، حتیٰ کہ وطنی تعصب کا بھی سخت مخالف ہے۔ اور اس مخالفت کے اظہار میں اس نے کوئی خفا نہیں رکھا ہے، اس کے باوجود ترقی پسند اور کمیونسٹ حضرات فرقہ وارانہ کشیدگی کے لیے مذہب کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام وحدتِ انسانی میں یقین رکھتا ہے جب کہ کمیونزم کی بنیاد ہی طبقاتی کشمکش اور جذباتی مادیت پر ہے۔ دنیا میں کمیونزم ہی ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو اپنے فروغ کے لیے طبقاتی جدوجہد کو

لازمی قرار دیتا ہے اور آج کمیونزم کے نام پر دنیا جس طرح ٹکڑوں میں تقسیم ہے، بے گناہ عوام جس طرح ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں، اور کمیونزم کی مختلف تفسیریں جس طرح فساد فی الارض کی موجب بن گئی ہیں، اس کے بعد بھی مذہب کو امن و سلامتی کا دشمن قرار دینا بدترین قسم کی ڈھٹائی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام "قتال فی سبیل اللہ" کی بھی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہ دعوتِ دین کا بالکل آخری مرحلہ ہے جب کہ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا ہو۔ قرآن کے الفاظ میں "قتال فی سبیل اللہ کی یہ اجازت خود "فساد فی الارض" کو ختم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (پ ۲ بقرہ آیت ۲۵۱)

"اور اگر اللہ کچھ لوگوں کے ذریعے کچھ لوگوں کو باز نہ رکھے تو زمین فساد سے بھر جائے، لیکن اللہ درحقیقت سب کے لیے بڑا مہربان ہے۔"

"قتال فی سبیل اللہ" کا یہ مرحلہ اجتماعی سطح پر اصلاحِ حال کی تمام تدبیریں ناکام ہو جانے کے بعد روبکار آتا ہے اور اس کا کوئی بھی تعلق "مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی روابط" سے نہیں ہے۔ قتال فی سبیل اللہ کا یہ مرحلہ کسی ظالم اور خدا کی راہ سے روکنے والی سلطنت کے مقابلے میں پیش آتا ہے اور عوام سے اس کا کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

اس مقالہ کے اندر میں فرقہ وارانہ یکجہتی کے لیے اسلام کی ہدایات ہی کا ایک مختصر جائزہ لے سکا ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے تمام مذاہب انسانی زندگی کی بنیادی اقدار پر متفق ہیں۔ سچائی، انصاف، صبر و تحمل، ضبطِ نفس، غمخواری و ہمدردی۔ فیاضی و فراخ دلی۔ امداد باہمی یہ ساری اقدار تمام مذاہب کی تعلیم میں موجود ہیں۔ ہر مذہب رحم دلی، سلوک اور محبت کا درس دیتا ہے۔ ہر مذہب ایک اَن دیکھی طاقت کو ہمارے تمام اعمال کی نگراں قرار دیتا ہے ہر مذہب اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ انسان کو اپنی اچھائیوں اور برائیوں کا بدلہ

ضرور بھگتنا پڑے گا۔

یہ ساری تعلیمات ایک سچّے مذہبی انسان کو ایک فرض شناس، ایک ذمہ دار اور غم خوار فرد بنانے کے لیے بہت کافی ہیں۔

ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کا آپ جائزہ لیجیے تو آپ دیکھیں گے کہ کسی بھی فرقہ کے مذہبی حضرات، ان فسادات کے پیچھے کبھی نہیں ہوتے بلکہ سماج کا وہ تیسرا طبقہ جسے مذہب تو کیا کسی بھی چیز سے سروکار نہیں ہوتا، ان ہنگاموں کے پیچھے ملتا ہے۔ قتل ہونے والے اور مرنے والے لوگ بھی مذہبی لوگ نہیں ہوتے بلکہ وہ عام لوگ ہیں جن کی ذاتی زندگی پر مذہب کی گرفت کچھ ایسی مضبوط نہیں ہوتی۔

میں نہیں سمجھتا کہ صحیح مذہبی تعلیمات پر اگر عمل کیا جائے تو فرقہ وارانہ تناؤ کیسے پیدا ہو سکتا ہے، اس کی ایک مثال سمجھیے۔ ایک مسلمان غنڈہ کسی ہندو لڑکی کو چھیڑتا ہے اور جب اسے گرفتار کیا جاتا ہے تو مسلمان اس کے طرفدار بن جاتے ہیں، ظاہر ہے ایسی صورت میں جوابی اشتعال ضرور بھڑکے گا۔ صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر مسلمان اپنے لڑکے کو سمجھاتے اور اسے سزا دیتے، اسے بتاتے کہ کسی کی بہو بیٹی کی عزت اپنی بہو بیٹی سے کم نہیں ہوتی۔ تو یہ رویّہ یقیناً فرقہ وارانہ خیرسگالی کی فضا پیدا کرتا۔ اسی طرح ایک ہندو لڑکے کی غلط حرکت پر جب اسے گرفتار کیا جاتا ہے اور ہندو بجائے اس کی گرفتاری کا خیر مقدم کرنے کے تھانہ کا گھیراؤ کر لیتے ہیں تو دوسری طرف اس کا ردعمل ہونا لازمی ہے۔

قرآن نے مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ تم انصاف کے علمبردار رہو چاہے اس کی زد تمہارے خلاف ہی پڑتی ہو۔ درحقیقت ایسے لوگ کسی فرقہ وارانہ کشیدگی کے لیے کبھی ذمہ دار نہیں ہو سکتے جنھیں اپنی ذات کی جگہ "انصاف" عزیز ہو۔

"نظریۂ وحدتِ ادیان" فرقہ وارانہ کشیدگی کا حل ہرگز نہیں ہے جیسا کہ بعض

دانشور سوچتے ہیں "تمام مذاہب کو ختم کرکے ایک مذہب بنا دیا جائے تاکہ فرقہ وارانہ کشیدگی بنیاد ہی ختم ہو جائے۔" یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی یوں کہنے لگے کہ تمام زبانوں کو ختم کرکے ایک زبان بنا دی جائے تاکہ لسانی عصبیت کا کوئی مسئلہ باقی نہ رہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو ختم کرکے ایک ہی جماعت بنالی جائے تاکہ کسی سیاسی تصادم کا اندیشہ ہی ختم ہو جائے، تمام سرمایہ داروں کو ختم کرکے ایک ہی سرمایہ دار بنا دیا جائے تاکہ کوئی کمپٹیشن ہی موجود نہ رہے وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے اسباب مذہب میں نہیں بلکہ چند سیاسی غلط فہمیوں میں پوشیدہ ہیں۔ اس ملک کے بہت سے لوگ مسلمانوں کو اس ملک کا جائز شہری نہیں مانتے۔ وہ انھیں باہر سے آئے ہوئے حملہ آور سمجھتے ہیں، انھوں نے دل سے مسلمانوں کو اس ملک کا شہری تسلیم نہیں کیا ہے۔ وہ انھیں برابر کے حقوق دینے کو تیار نہیں، برابر کی ملازمتیں دینے کو تیار نہیں، باہر سے آئے ہوئے ان لوگوں کو وہ اسی شرط پر ان کے حقوق دینے کو تیار ہیں کہ وہ اس ملک کی اکثریت کے آگے سر جھکا دیں۔ اس کی تاریخ کو اپنی تاریخ، اس کے ہیروؤں کو اپنا ہیرو اور اس کے کلچر کو اپنا کلچر قرار دیں، حالانکہ یہ نظریہ انتہائی غیر معقول ہے، باہر سے آنا اگر کوئی جرم ہے تو ہم سے پہلے وہ لوگ باہر سے آئے ہیں جو خود کو اس ملک کا جائز حقدار کہتے ہیں۔

درحقیقت یہی تنگ نظری تمام بے انصافیوں کی پیداوار ہے اور ان ہی بے انصافیوں نے فرقہ وارانہ کشیدگی کو جنم دیا ہے۔ مسلمان اس ملک میں مسلمان کی حیثیت سے جینا چاہتے ہیں۔ اور جس طرح دوسروں کے لیے اپنا پسندیدہ مذہب اختیار کرنے، اسے پھیلانے، اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق وہ جائز تسلیم کرتے ہیں اسی طرح اپنے لیے بھی وہ اس حق پر اصرار کرتے ہیں، اس پس منظر میں جب اُن سے پوچھا

جاتا ہے کہ تم پہلے مسلمان ہو یا ہندوستانی تو انھیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ یہ سوال جو مسلمانوں کی طرف سے بد اعتمادی اور شک و شبہ کا واضح ثبوت ہے درحقیقت قطعاً بے معنیٰ ہے۔ یہ ایسا ہی سوال ہے جیسے کوئی پوچھے کہ تم آدمی ہو یا بلی ماران کے باشندے ؟ درحقیقت اِن دونوں سوالوں میں کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ اس حیثیت سے کہ اسلام ہمارا دین ہے اور اس کی دی ہوئی ایک ایک ہدایت پر عمل کرنا ہمارا ایمان ہے، ہم صرف مسلمان ہیں اور ہمارے ہندوستانی ہونے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس حیثیت سے کہ ہم ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں یہاں کی فضاؤں میں سانس لیتے ہیں، یہاں کے باشندوں کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں؛ ہم ہندوستانی ہیں اور ہمارا مسلمان ہونا اس حقیقت پر کوئی فرق نہیں ڈالتا۔

اگر اس سوال کا منشا یہ ہے کہ اگر کہیں اسلام اور وطن میں ٹکراؤ ہوا تو تم کس کا ساتھ دوگے ؟ تو ہمارا جواب ہے کہ یہ قطعاً ایک فرضی سوال ہے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے، اس کا خدا رب العالمین اور اس کا رسول رحمۃ للعالمین ہے، وہ کسی بھی انسان یا علاقے کا مخالف نہیں، وہ صرف ظلم اور ناانصافی کا مخالف ہے اور مسلمان ہر ناانصافی کا اور ہر ظلم کا مقابلہ کرنے کے پابند ہیں، خواہ یہ ناانصافی خود ان کے وطن کے باشندے کر رہے ہوں یا دوسرے ملک کے لوگ، خواہ یہ ناانصافی خود ان کی ملّت کے لوگ کر رہے ہوں یا دوسری ملّتوں کے، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ پہلے مسلمان یا پہلے ہندوستانی ؟ یہ کوئی سوال ہی نہیں ہے، یہ صرف کچھ لوگوں کی جہالت اور ناواقفیت کا آئینہ ہے، یہ سوال کرنے والے لوگ نہ مسلمان کا مفہوم جانتے ہیں اور نہ ہندوستانی کا۔ مذہب یا اسلام کا ملک کے مفادات کے ساتھ کوئی ٹکراؤ نہیں، اس کے برعکس ایک صالح، ایماندار، خیرخواہ قابلِ اعتماد، مستحکم اور پُرامن معاشرہ کے لیے مذہب کی رہنمائی ناگزیر ہے۔

(بقیہ نظرات صفحہ) فقہ اسلامی کا یہ مسئلہ شاید بہت سے مسلمانوں کو بھی معلوم نہ ہو کہ اگر ایک پاک صاف، کلّی اور مسواک کیا ہوا غیر مسلم ہریجن ایک کٹورے میں پانی پئے تو اسی کٹورے سے خاص اس کے منہ کی جگہ منہ لگا کر حرم کا امام پانی پی سکتا ہے، اور اگر ایک قدیم مذہبی خاندان کا فرد معاذاللہ شراب پی کر اسی منہ سے ایک برتن میں پانی پی لے تو اس پانی کا پینا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں، وہ پانی اور برتن دونوں ناپاک ہو گئے، اسلام کی نظر میں ناپاکی کسی انسان میں ذاتی اور نسلی نہیں ہوتی، اس کے نزدیک انسان اصلاً پاک ہے خواہ وہ ہریجن ہو یا پنڈت ہو یا مسلمان، اس چیز میں سب یکساں ہیں مگر آج کا مسلمان — بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں — آج کا ہندوستانی مسلمان مسئلے کا نام سن کر خواہ احتراماً اس بارے میں اپنی زبان بند رکھے مگر وہ اپنی طبیعت کو اس بات کے لیے شاید آمادہ نہ کر سکے کہ، ہریجن کا جھوٹا پانی پی لے، چنانچہ پچھلے دنوں یہ افسوسناک خبر بھی سننے میں آئی کہ کسی نادان اور بے علم مسلمان نے ہریجنوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ انھوں نے آکر ہمارا مذہب گندہ کر دیا، اندازہ کیجیے کہ خود مسلمان اسلام سے کس قدر بے گانہ ہے -

ع　امتی باعثِ رسوائیِ پیغمبر ہیں -

ہمارے لیے اس واقعے میں عبرت کا بڑا سبق یہ پوشیدہ ہے کہ جب اس ملک کے ہزاروں سال پرانے معاشرے کا شیرازہ اپنی خرابیوں کے باعث اپنے مضبوط بندھنوں کے باوجود منتشر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تو اور کونسا معاشرہ ہو سکتا ہے جو فطرت کے آہنی پنجوں سے اپنی خرابیوں کے باوجود اپنے کو شکست و ریخت سے بچا سکے ؟ یہ فطرت کی تعزیر ہے، فطرت کو نہ ہندو سے دشمنی ہے نہ مسلم سے اس کا کوئی رشتہ ہے، وہ صرف حق و انصاف، ہمدردی، انسان دوستی اور سچائی پسند ہے اور بس - ع

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں